93845-کیا فطرانہ اپنی خالہ کو دے سکتا ہے ؟

سوال

کیا میرے لیے اپنی طلاق یافتہ خالہ کو فطرانہ دینا جائز ہے، اس کے بیٹے کوئی نہیں، بلکہ بیٹیاں شادی شدہ ہیں، اور اس کی ملکیت میں نصف ایکڑ زمین بھی ہے، اور روزی کا کوئی ذریعہ نہیں، تو کیا میں زکاۃ انہیں دوں یا کسی اور فقیر کو تلاش کروں ؟

پسندیدہ جواب

اول :

فطرانہ کے مصارف میں علماء کرام کا اختلاف ہے، جمہور اہل علم کہتے ہیں کہ : زکاۃ کے آٹھ مصارف میں سے کسی ایک کو بھی فطرانہ دیا جا سکتا ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ فطرانہ زکاۃ کے آٹھ مصارف میں تقسیم کر کے ادا کرنا واجب ہے، اور کچھ علماء کا کہنا ہے کہ : فطرانہ صرف فقراء اور مساکین کے ساتھ ہی خاص ہے.

الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے :

" فطرانہ کے مستحقین کے متعلق فقھاء کرام کی تین آراء پائی جاتی ہیں :

جمہور علماء کرام کہتے ہیں کہ : زکاۃ کے آٹھ مصارف میں سے کسی ایک کو فطرانہ دینا جائز ہے.

اور مالکیہ اور امام احمد سے بھی ایک روایت میں جسے ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے کہتے ہیں کہ فطرانہ صرف فقراء اور مساکین میں ہی تقسیم کیا جائیگا.

اور شافعی حضرات کہتے ہیں کہ زکاۃ کے آٹھ مصارف پر فطرانہ تقسیم کیا جائیگا، یا ان میں سے جو بھی پایا جائے " انتہی.

دیکھیں : الموسوعۃ الفقھیۃ (344/23).

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے پہلا اور تیسرا قول رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ : فطرانہ کا تعلق بدن کے ساتھ ہے، نہ کہ مال کے ساتھ، شیخ الاسلام مجموع الفتاوی میں کہتے ہیں :

" اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالی نے غلہ اور کھانا فرض کیا ہے، جیسی طرح کفارے میں غلہ واجب کیا ہے، اور اس قول کی بنا پر فطرانہ بھی صرف اسے ہی دیا جائیگا جسے کفارہ کا غلہ دیا جا سکتا ہے، اور وہ اپنی ضرورت و حاجت کی بنا پر لینے والے ہیں، چنانچہ فطرانہ نہ تو تالیف قلب کے لیے، اور نہ ہی غلام آزاد کرنے کے لیے، اور نہ ہی کسی اور کے لیے دینا جائز ہوگا، اور یہ سب سے قوی الدلیل ہے.

اور ضعیف ترین قول اس شخص کا ہے جو یہ کہتا ہے کہ : ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ فطرانہ بارہ، یا اٹھارہ، یا چوبیس، یا بتیس، یا اٹھائیس وغیرہ کو ادا کرے؛ کیونکہ یہ چیز عہد نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے دور میں مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف ہے، اور پھر خلفاء راشدین، اور صحابہ کرام کے کسی بھی دور کسی مسلمان شخص نے اس پر عمل نہیں کیا، بلکہ اس دور میں تو مسلمان اپنا اور اپنے اہل و عیال کا فطرانہ ایک ہی مسلمان شخص کو دیتا تھا.

اور اگر وہ دیکھتے کہ ایک صاع دس سے بھی زیادہ افراد میں تقسیم کیا جا رہا ہے، اور ہر ایک شخص کو ایک چلو بھر دیا جا رہا ہے تو وہ اس کو سختی کے ساتھ منع کر دیتے، اور اسے بدعت منکرہ، اور قبیح افعال میں شمار کرتے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کھجو، یا جو کا ایک صاع، اور گندم کا ایک یا نصف صاع فرض کیا ہے، جتنا ایک مسکین کو کافی ہو، اور عید کے روز مسکینوں کے لیے کھانے کا انتظام کیا تا کہ وہ اسے حاصل کر کے مستغنی ہو جائیں.

اور اگر مسکین ایک مٹھی بھر غلہ لے تو اسے اسکا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور نہ کسی موقع پر، اور اسی طرح اگر کسی مسافر پر قرضہ ہو تو ایک مٹھی بھر غلہ ملے تو وہ اس سے کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے.... شریعت ان برے افعال سے پاک ہے جسے کوئی دانشور اور عقلمند پسند نہیں کرتا، اور نہ ہی امت کے سلف اور آئمہ میں سے کسی نے اس پر عمل کیا ہے.

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان :

"مسکینوں کے لیے کھانا ہے"

یہ اس کی نص ہے کہ یہ مسکینوں کا ہی حق ہے، جس طرح ظہار کی آیت میں اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے :

.{تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے}.

تو جب یہ کفارہ زکاۃ کے آٹھ مصارف میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تو اسی طرح فطرانہ بھی ان میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا" انتہی مختصرا.

دیکھیں : مجموع الفتاوی الکبری (25/73–78).

اس بنا پر ان تین اقوال میں سے راجح دوسرا قول ہے، وہ یہ کہ : فطرانہ فقراء و مساکین کو دینا واجب ہے، کسی اور کو نہیں دیا جا سکتا، اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی اسے ہی راجح قرار دیا ہے، جیسا کہ انکی کتاب "الشرح الممتع" (6/117) میں درج ہے.

دوم :

اور مال کی زکاۃ اور فطرانہ مستحق قریبی رشتہ داروں کو دي جائے تو یہ دوسروں کو دینے سے افضل و بہتر ہے، اور زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے، تو اس طرح یہ زکاۃ اور صلہ رحمی دونوں چیزیں شمار ہونگی، لیکن یہاں ایک شرط ہے کہ وہ قریبی رشتہ داران افراد میں شامل نہ ہوتا ہو جن کا نفقہ اور خرچ زکاۃ دینے والے کے ذمہ واجب ہو.

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا :

قریبی فقراء و مساکین رشتہ داروں کو فطرانہ دینے کا حکم کیا ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

آپ کے لیے فطرانہ اور مال کی زکاۃ اپنے قریبی فقراء رشتہ داروں کو دینا جائز ہے، بلکہ کسی اور شخص کی بجائے قریبی رشتہ دار کو فطرانہ اور زکاۃ دینی زیادہ بہتر اور اولی ہے؛ کیونکہ رشتہ داروں کو دینا صلہ رحمی اور صدقہ دونوں شمار ہونگی، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اسے اپنا مال بچانے کے لیے نہ دے، وہ اس طرح کہ اگر وہ فقر رشتہ داران میں شامل ہوتا ہو جن کا خرچ اور نفقہ زکاۃ دینے والے پر واجب ہو، یعنی : اس غنی اور مالدار شخص پر.

کیونکہ اس حالت میں یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی ضرورت اپنی زکاۃ سے پوری کرے، لیکن اگر اسکا خرچ و نفقہ اس کے ذمہ واجب نہیں تو وہ اسے اپنی زکاۃ دے سکتا ہے، بلکہ قریبی رشتہ دار کو زکاۃ دینا کسی اور شخص کو دینے سے افضل اور بہتر ہے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

آپ کا اپنے قریبی کو زکاۃ اور صدقہ دینا صلہ رحمی اور صدقہ دونوں ہیں" انتہی.

دیکھیں: فتاوی الشیخ ابن عثیمین (18) سوال نمبر (301).

خلاصہ یہ ہوا کہ:

اگر تو آپ کی خالہ فقیر اور محتاج ہے، اور زکاۃ کی مستحق ہے، تو اسے دیا جاسکتا ہے، چاہے وہ نصف ایکڑ زمین کی مالک ہی کیوں نہ ہو، اگرچہ اس کے لیے افضل تو یہ ہے کہ وہ زمین فروخت کر کے لوگوں کے احسان کے بوجھ سے مستغنی ہو سکتی ہے.

مسلمانوں کو یہ نہیں چاہیے کہ اسکا کوئی قریبی رشتہ دار غریب و محتاج ہو، اور رمضان المبارک ختم ہونے کے قریب ہو تو وہ رمضان کے آخر میں اسے ایک صاع غلہ دینے کی فرصت تلاش کرتا پھرے، بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ عمومی طور پر ہر وقت محتاج اور فقیر لوگوں کا خیال رکھے، اور انکی ضروریات مال و کھانا، اور لباس وغیرہ فراہم کرنے میں جلدی کرے، اور مالداروں پر تو حتما فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے غریب و محتاج رشتہ داروں کا خیال کریں.

واللہ اعلم.